al-Hujjat al-bāriqah

Ahmad, Barakāt

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

الحجۃ البارقہ علی تحریم البابو الربیہ

مؤلفہ حضرت حکیم الامۃ جامع الشریعۃ والطریقۃ حامی السنۃ ماحی البدعۃ
اوستاذ الاساتذہ جناب مولانا حکیم برکات احمد صاحب ٹونکی دام اللہ برکاتہم
ومصدقہ مفتیان کرام عدالت شرعیہ ٹونک بفرمائش حضرت محترم جناب مولانا
مولوی شاہ محمد ابراہیم صاحب قادری مفتی بدایونی مدظلہ العالی مدرس مدرسۂ عالیہ احمدیہ بمبئی

(ایف اے کورٹنر نے مجگاوں کورٹنر پریس میں چھاپا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ وعلیٰ آلہ واصحابہ ذوی الفضل العظیم۔

ایک مہینہ ہوتا ہے مجھے اعلیٰحضرت فرمانروای ٹونک دام ملکہم کی معیت مین بمبئی جانے کا اتفاق ہُوا۔ چونکہ محرم کا زمانہ تھا۔ اکثر عُلما وعظ کے سلسلہ مین بمبئی تشریف لائے ہوئے تھے اُنسے معلوم ہُوا کہ ہند خصوصًا بمبئی مسئلۂ سُود کا آجکل اکھاڑہ بنا ہوا ہے۔ ایک فریق مسلمانو نکا افلاس اور ناداری پیش نظر رکھکر ہمسایون کے مُقابلہ مین دولت ثروت حاصل کرنے کا یہ طریقہ بتاتا ہے کہ دھڑلی سے سُود لو۔ اسلئے کہ ہمسایہ قومین دولت ثروت کے اس مرتبۂ علیا پر اس نسخۂ کیمیا کے ذریعہ سے پہنچی ہین۔ تم بھی اگر دولت ثروت کے اس قلعۂ کوہ پر پہنچ سکتے ہُو تو صرف اسی ایک سیڑھی کے ذریعہ۔

مجھے یہ منظر دیکھکر فورًا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ) کی پیشین گوئی یاد آگئی کہ جو بنی اسرائیل نے کیا ہے۔ تم بھی کروگے۔ لتتبعن سنن من قبلکم شبرًا بشبر وذراعًا بذراع۔ حتی لو دخلوا جحر ضب لتبعتموہم۔

یہ مجوزین سود طرح طرح سے قرآن و حدیث مین تحریف کرکے نئی نئی حیلہ جواز سود کے روزانہ تراشتے ہین۔ انکے مقابلہ مین خدا کے فضل سے اہل حق بھی برابر رسائل شائع کر رہے ہین۔ اور اونکے مکر و حیل لوگون پر بڑی آب و تاب سے ظاہر کر رہے ہین۔ اور قوی و مضبوط دلائل سے اونکے اقوال اور قیاسات سفسطیہ کی تردید کرتے ہین۔ اور قرآن و حدیث کی صحیح معانی اور مطالب سے عوام خواص کو واقف بنا رہے ہین۔ جزاہم اللہ خیر الجزا۔

اس خاص بارہ مین جناب مولوی مفتی شاہ محمد ابراہیم صاحب بدایونی کی تحریرات قابل ہزار تحسین و آفرین ہین۔ مجھے اُن تحریرات کے بعد کچھ لکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ اگر مولوی صاحب موصوف اور دیگر مخلص احباب مجبور نہ فرماتے اونکی اصرار شدید سے مجھی اس مسئلہ مین اظہار حق ناگزیر ہُوا۔ اس مسئلہ مین

جو آپ کے پیش نظر ہے مسئلہ عدم جواز سود کی بہت سے پہلوؤنکو روشن کردیا ہے۔ اور سود کی حرمت دلائل ا نصوص قطعیہ سے ثابت کردی ہے۔ نیز نوٹ کی لین دین اور اوسکی بیع نہونے کی ایک نفیس بحث اور بعض مشہور فتوؤنکی تردید آپ کو ملیگی۔ نیز یہ کہ موجودہ علما جو حیلہ نکالکر پیش کرتے ہین وہ انکی طبعزاد نہین۔ بلکہ بعض فتاو ولمین یہ حیل معہ جوابات موجود ہین۔

مجھے امید ہے کہ منصف مزاج حضرات اور آواز حق کے سننے پر ہمیشہ تیار رہنے والا گروہ اس سے مستفید ہوگا۔

نیز مین امید کرتا ہون کہ آپ حضرات اس امر سے بچنے کی پوری کوشش کرینگے۔ جس کے بابت قرآن پاک مین نہی وارد ہے۔ اور جس کے حرمت منصوص بنص قطعی ہے۔ اور جس کے متعلق سخت سے سخت وعیدین وارد ہوئی ہین۔ اور جس کے لین دین ترک کرنے کی صورت مین اللہ اور اوسکے رسول کی طرف سے اعلان جنگ دیا گیا ہے۔ فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ کی دہلانی والی آواز کو سنکر قطعی مسلمان اس قسم کی معاملات سے دست بردار ہونگے۔

وما علینا الا البلاغ

برکات احمد
دار الحکمۃ الیمانیۃ دار الاسلام
ٹونک راجستان

۱۵ صفر المظفر ۱۳۷۵ھ

کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل مذکورۂ ذیل مین۔

۱۔ ظاہر ہے کہ بنک سودی معاملات کرتا ہے۔ لہذا بنک مین روپیہ جمع کرنا جائز ہے یا نہین۔

۲۔ بنک جس مین مقررہ میعاد کے واسطے روپیہ رکھوانے پر یقیناً منجانب بنک سود دیا جاتا ہے اور مالک زر کے حساب مین جمع ہوتا ہے۔ اور اگر مالک زر اوس سود کے لینے سے انکار کرے تو وہ رقم تبلیغ واشاعت کفر مین صرف کیجاتی ہے۔

ایسی صورت مین اس سود کی رقم کو مالک زر غربا پر تقسیم کرسکتا ہے یا نہین اور یہ جائز ہے یا نہین۔

۳ اخذ سود کیلئے حیلہ تلاش کرنا جائز ہے یا نہین۔ بینوا توجروا۔

الجواب ھو الموفق للصواب

۱۔ بنک مین روپیہ جمع کرنا جائز نہین۔ اسلئے کہ بنک مین روپیہ جمع کرنا یا بطور امانت ہی یا بطور قرض۔ اگر بطور امانت ہو تو جو رقم کہ مالک زر نے بنک مین جمع کی ہے وہ بعینہٖ محفوظ رہنا چاہیئے۔ اور وقت استرداد اوسی رقم معین کا رد ضرور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ان اللہ یأمرکم ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا۔ یعنی تحقیق اللہ حکم کرتا ہے کہ ادا کیا کرو امانات کو اہل امانات کے پاس اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے علی الید ما اخذت۔ یعنی امین پر واجب ہے کہ جس شے کو اوسنے امانتاً رکھا ہے اوسی شئ معین کو واپس کرے۔ اس آیت اور حدیث دونون کی انضمام سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امین پر اوسی رقم معین کا رد کرنا ضرور ہے اگرچہ وہ دراہم و دنانیر سہی۔ اور بنک مین جو رقم جمع ہوتی ہے وہ بعینہٖ محفوظ نہین رہتی۔ بلکہ دوسرے رقموں کیساتھ مخلوط کردی جاتی ہے۔ اور بوقت فوت ہوجانے کے اوس کا ضمان اور تاوان دیا جاتا ہے۔ اور اگر بطور قرض ہے تو چونکہ بنک کے قواعد اور ضوابط سے یہ امر ہے کہ جس شخص سے روپیہ لیا جاتا ہے اوسکے نام پر اسی روپیہ کا منافع درج کرکے اوسی کو دیا جاتا ہے اسلئے بنک مین روپیہ جمع کرنا ایسا قرض ہوا جو منجر الی النفع ہے۔ اور حدیث شریف مین آیا ہے کل قرض جر نفعاً فھو ربوا۔ بلکہ اگر قرض دیکر یہ شرط کی کہ جتنے روپیہ لئے ہین اوتنے ہی واپس لونگا لیکن اچھے اچھے لونگا تو یہ بھی ربوا اور حرام ہے۔ فی معالم التنزیل من اقرض شیئاً بشرط ان یرد الیہ افضل فھو قرض جر منفعۃ و کل قرض جر منفعۃ فھو ربوا۔

پھر اگر روپیہ واپس لیتی اوس شخص نے سود نہ بھی لیا۔ اور اصل رقم اپنی واپس لیلی۔ تو اگرچہ بوجہ فضل نہ لینے کے اوس شخص پر فضل کا گناہ نہوگا۔ لیکن چونکہ یہ شخص ابتدا مین عقد ربوا کرچکا ہے۔ اور عقد ربو بھی مثل ربو کے حرام ہے اسلئے بوجہ عقد ربو کرنے کے وہ شخص مرتکب حرام کا ہوگا۔ چنانچہ فقہاء تصریح کرتے ہین کہ ربو جس طرح فضل کا نام ہے اسی طرح اوس عقد کو بھی کہتے ہین جو فضل پر مشتمل ہو۔ اور جس طرح فضل حرام ہے اسی طرح وہ عقد بھی حرام ہے جو مشتمل ہو فضل پر۔ قال اللہ تعالےٰ لاتاکلوا الربوا ای الفضل و حرم الربوا ای العقد المشتمل علی الفضل۔

دوسرے اسوجہ سے بھی بنک مین روپیہ جمع کرنا ممنوع ہے کہ بنک گھر اسواسطے وضع کیا گیا ہے کہ مختلف اشخاص کی رقوم لیکر اوس سے تجارت کیجائے۔ چنانچہ اون رقوم سے تجارتین ہوتی ہین۔ اور جملہ تجارتین وہان کی اصول شرعیہ کے خلاف یعنی تجارت خمر و بیوعات فاسدہ محرم تجارتین کیجاتی ہین تو گویا ان محرم تجارات کا سبب اور باعث مالک زر کی رقم ہوئی۔ اور کلام الٰہی صاف الفاظ مین ندا کر رہا ہے کہ گناہ اور معصیت کے کامون مین اعانت مت کیا کرو۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔

۲ جواب سوال اول سے یہ امر ثابت ہوگیا کہ بنک مین روپیہ جمع کرنا منع ہے پھر اوس پر جمع کرکے سود لینا بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔ علاوہ برین اخذ ربو کے بارہ مین نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ موجود ہین جنمین صراحت کے ساتھ حرمت وارد ہے بلکہ سود کے معاملہ مین پڑنے والے پر بھی لعنت آئی ہے۔ چنانچہ لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربوا و موکلہ و کاتبہ و شاہدیہ۔ صحاح مین موجود ہے۔

ہمارے زمانہ کے بعض علماء سے جب دریافت کیا گیا کہ فی زمانہ دیانت مفقود ہے اسلئے بنک گھر مین کسی مسجد یا وقف کی آمدنی رکھی جاوے تو جو

زائد رقم بنک گھر والے دیتے ہین۔ اگر نہ لیوین تو اوس زائد رقم کو عیسائیت کی اشاعت مین صرف کرتے ہین۔ اگر وہ سود کی رقم لیکر کسی کار خیر یا اشاعت مین خرچ کیجائے تو جائز ہے یا نہین۔ تو اون حضرات نے باین صراحت الفاظ جواب لکھا کہ مسلمانون کو حتی الامکان روپیہ مسلمان امین کے پاس رکھنا چاہئے۔ لیکن اگر کوئی امین دستیاب نہو اور وہ بنک مین رکھنے پر مجبور اور مضطر ہون۔ تو ایسی حالت مین اونکو بنک کے پاس سود کی رقم نہ چھوڑنا چاہئے۔ کیونکہ وہ مسیحی مشنری کو دیجاتی ہے اور تبلیغ مسیحیت مین صرف ہوتی ہے۔ اور جمع کرنیوالے کا روپیہ اسکا سبب ہوتا ہے۔ اور یہ بھی اس گناہ مین شریک ہوتا ہے۔ پس اس سود کے روپیہ کو بنک سے لیکر تبلیغ و اشاعت اسلام مین خرچ کیا جاسکتا ہے۔ انتہی کلامہ یہ کلام نہایت تعجب خیز ہے۔ اسلئے جو سود کہ بنک گھر مین جمع کرنے سے حاصل ہوا ہے وہ سود تو قطعی حرام ہے۔ اور یہ حضرات بھی اسکے قائل ہین۔ اور اوس کو باوجود سود ماننے کے اسکا لینا جائز کہتے ہین۔ اور تبلیغ و اشاعت مین صرف کرنے کو روا جانتے ہین۔ البتہ اس جواز کو مشروط باین شرط کرتے ہین کہ امین دستیاب نہو اور بنک مین رکھنے پر مجبور ہو۔ اولاً تو امین مفقود نہین دستیاب ہوتا ہے۔ اگرچہ کم سہی۔ نہ یہ کہ معدوم ہو۔ کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ امین مفقود ہے تو یہ زمانہ رفع امانت کا ٹھہریگا۔ حالانکہ موافق حدیث شریف کے ابھی زمانہ رفع امانت کا نہین پایا گیا۔ اور اگر بفرض محال کوئی امین نہ ملے تو اس رقم کی تحفظ کے ایک یہ بھی کیا صورت ہے کہ بنک مین جمع کرکے سود لیا جاوے اور اوس کو جائز کیا جاو۔ کسی کمیٹی کی حفاظت مین وہ رقم رکھی جاوے اور مد آمد برآمد اوسکی سب کے مشورہ سے ہو۔ یا کسی تجوری یا محفوظ مکان مین رکھی جاوے یا اوس کے بنانے مین کوشش کیجائے۔ اور چوکی پہرہ سے اوسکی حفاظت کیجائے۔ یا صندوقون مین مقفل کرکے کمشنری آفس کی تحویل مین بہ منظوری سرکار امانت رکھی جاوے۔ اسکے علاوہ اور بھی بہت سی صورتین تحفظ کی سوچنے

سے نکل آئین گے۔

ان حضرات کا یہ فرمانا کہ وہ شخص بنک مین روپیہ رکھنے پر مضطر ہو۔ یہ سمجھ مین نہین آتا کہ اضطرار سے کیا مُراد ہے۔ اگر اضطرار سے مُراد اضطرار شرعی ہے تو بوجہ امکان اور پائے جانے امین کے۔ اور امکان تحفظ رقم کے جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا یا اس وجہ سے کہ خود امین ہو سکتا ہے۔ یا رقم کی تجارت کر کے محفوظ رکھ سکتا ہے بلکہ بڑھا سکتا ہے۔ اضطرار شرعی کیسے متحقق ہُوگا۔ اور اگر اضطرار سے اضطرار عرفی مُراد ہے تو اضطرار عرفی پر سُود جو کہ محرم بہ حرمت قطعیہ ہے کیسے فتویٰ جواز سُود کا دیا جا سکتا ہے۔

بنک مین روپیہ جمع کر کے سود لینے کے جو یہ دلیل بیان کی ہے کہ اگر سُود نہ لیا جاویگا تو تبلیغ مسیحیت مین وہ سُود صرف کیا جاویگا۔ اور جمع کرنیوالے کا روپیہ اس کا سبب ہُوگا۔ اور یہ بھی اس گناہ مین شریک ہُوگا۔

اولاً تو یہ دلیل تمام نہین۔ جملہ مقدمات اس کے ضعیف اور قابل گفتگو ہین۔ اور اگر تمام ہو تو یہی دلیل اس امر کے متقاضی ہے کہ ابتدا سے بنک گھر مین رقم رکھنا ہی ناجائز ہو۔ کیونکہ حقیقتاً اس رقم کے رکھنے سے اور جمع کرنے سے یہ سُود حاصل ہُوا۔ اور پھر تبلیغ مسیحیت مین صرف ہُوا۔ پس اس دلیل کے بنا پر روپیہ جمع کرنا ہی ناجائز ہُوا۔ نہ کہ جمع کر کے اوس پر سُود لینا۔ اور سُود کو کار خیر مین صرف کرنا اور اوس سے ثواب کی اُمید رکھنا۔

پس بنک گھر مین روپیہ جمع کرنا گناہ ہے اور جمع کر کے اوس پر سُود لینا گناہِ کبیرہ ہے۔ اور پھر اوس سُود کو لیکر کار خیر مین صرف کرنا اکبر الکبائر ہے۔ اور پھر اوس سے ثواب کی اُمید رکھنا اشد الکبائر ہے اور اوسکی جواز کا فتویٰ دینا معاونت علی اشد الکبائر ہے۔

اور صرف اس خیال سے کہ اگر سُود نہ لین گے تو یہ رقم سُود کے تبلیغ مسیحیت مین صرف ہو گی۔ فتویٰ جواز سود کا دینا۔ بعینہٖ اس کے ایسی مثال ہے کہ کوئی مُسلمان

اسس غرض سے ڈاڑھی مُنڈائی کہ اگر ڈاڑھی رکھونگا تو بوقت جہاد کفار ڈاڑھی پکڑ لینگے توکیا اوسکے اسس خیال سے ڈاڑھی مُنڈانا جائز ہو جائے گا۔؟

ان حضرات پر کس قدر افسوس آتا ہے کہ یہ لوگ اسس ہٹ دہرمی سے جواز سود کے فتوے دیتے ہین۔ باوجودیکہ نصوص قاطعہ اسس بارہ مین باآواز بلند پکار رہے ہین دیکھو۔ حرم الربوا۔ اور لاتاکلوا الربا۔ علیٰ ہٰذا۔ یاایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربوا ان کنتم مؤمنین۔ یعنی اے مسلمانو ڈرو اللہ سے اور جو کچھ تمہارا سُود چڑھا ہُوا ہے اوسکو چھوڑ دو۔ اگر تم مسلمان ہو۔ یہ آیت بقول امام سدی حضرت عباسؓ اور حضرت خالدؓ بن ولید کے باب مین نازل ہوئی ہے یہ دونون حضرات زمانہ جاہلیت مین بشرکت سودی لین دین کیا کرتے تھے اور اسلام لانیکے بعد ان دونونکی بڑی بھاری رقم سود کی لوگون پر تھی۔ اسس بنا پر یہ آیت شریف نازل ہوئی۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع مین صاف الفاظ مین فرمایا کہ پہلا وہ سُود کہ مین اوسکو اوٹھاتا ہون۔ اور معاف کرتا ہون سُود حضرت عباسؓ کا ہے اور وہ سب کا سب معاف ہے۔ کیا حضور صلے اللہ علیہ وسلم اسس مصلحت کو معاذ اللہ نہ سمجھتے تھے کہ اسس سُود کو لیکر کار خیر اور ضرورات اسلام مین صرف کرنا بہتر ہوگا۔ باوجودیکہ اوسوقت اسلام کو روپیہ کی اشد ضرورت تھی۔

خداوند تعالےٰ شانہٗ نے بیان حرمت ربو۔ اور ترک مابقی من الربو پر بس نکیا بلکہ اسس کے بعد ایک بہت بڑی وعید فرمائی فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ یعنی اگر تم ایسا نکرو گے تو تم کو خدا سے اور اوس کے رسول سے لڑنے کے واسطے تیار ہو جانا چاہیئے۔

بعض علما کو کچھ خدا کا خوف ہُوا اور کھلم کھلا یہ تو نہ کہا کہ بنک گھر سے سُود لینا جائز ہے۔ لیکن اوسکے جواز کی دو صورتین بیان کین۔ اول یہ کہ قرض لیتے وقت روپیہ یا اسشرفی لیوے۔ اور مُدت گذرنے کے بعد مدیون قرض

دینے والے کو کچھ زائد رقم کے نوٹ کے بدلہ مین روپیہ یا اشرفی فروخت کرے اور دائن اوسکو اوسی مجلس مین قبضہ کرلیوے۔ تاکہ طرفین دین کے بدلے دین فروخت کرکے جدا نہوں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع الکالی بالکالی سے منع فرمایا ہے یہ صورت بیع صرف کے نہین کہ مجلس واحد مین دونون کا قبضہ ضروری ہو کیونکہ نوٹ ثمن خلقی پیدایشی نہین بلکہ ثمن اصطلاحی ہے جس مین کمی زیادتی جائز ہے۔ جبکہ روپیہ یا اشرفی کے عوض مین ہو۔ بیع صرف کے تعریف بحر رائق اور درر مین یہ ہے بیع ما خلق للثمنیۃ بما خلق لہا یعنی بیع صرف وہ ہے جب دونون طرف ثمن خلقی پیدائشی ہو۔ جیسے چاندی سونا۔ دوسرے صورت یہ بیان کی کہ قرض دینے یا لینے والے نے کوئی شرط نہ لگائی۔ اور نہ دونون کی عمل درآمد سے کچھ زائد لینے دینے کا رواج ہو۔ لیکن وقت ادا کرنے کی مدیون نے اپنی جانب سے تبرعًا و احسانًا کچھ رقم ممتاز علحدہ اصل رقم سے زائد دے تو کچھ حرج نہین۔ اور اس حدیث سے استدلال کیا قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اعطوہ سنا مثل سنہ قیل یارسول اللہ صلے اللہ علیک لا نجد الا امثل من سنہ فقال اعطوہ فان خیرکم احسنکم قضاءً۔ مولوی صاحب نوٹ کی بیع و شراء کو دراہم و دنانیر کے ساتھ اسوجہ سے جائز کہتے ہین کہ اختلاف جنس کا ہے۔ اور بوقت اختلاف جنس کے تفاضل درست ہے۔ اور تقابض مجلس مین واجب ہے لقولہ علیہ السلام الذہب بالورق ربوا الا ہاء وہاء صورت متنازعہ مین دراہم متعین للثمنیۃ ہین۔ اسواسطے کہ دراہم ثمن محض ہین۔ اور قرطاس نوٹی متردد ہے اس مین کہ ثمن ہو یا نہ ہو۔ لیکن جب متعین ہوئے دراہم واسطے ثمنیۃ کے بسبب نقد ہونے کے پس قرطاس نوٹی متعین ہوا واسطے مبیع ہونے کے۔

مولوی صاحب کا یہ قول قابل گفتگو ہے۔ بیشک مثلیات متردد ہین اس مین کہ مبیع ہون یا ثمن۔ اور نقود متعین ہین واسطے ثمنیۃ کے اور

غیر مثلی متعین ہین واسطے مبیع ہونے کے کما قال فی العنایۃ الاعیان ثلثۃ
نقود اعنی الدراہم والدنانیر وسلع کالثیاب والدور والعبید و مقدرات
کالمکیلات والموزونات والعددیات المتقاربۃ۔ وبیع غیر النقدین بالنقدین
یشتمل علی المبیع المحض والثمن المحض وما عدا ذلک متردد بین کونہ مبیعا و
ثمنا والفرق فی اللفظ بدخول الباء و عدمہ۔ اور شے کی مبیع ہونے کی یہ شرط
ہے کہ متعین ہو۔ کما قال فی فتح القدیر ما کان موصوفا فی الذمۃ فہو ثمن و
ما کان بعینہا فہو مبیع۔ اور جس صورت مین کہ ہمارا کلام ہے۔ یعنی خریدنا نوٹ
کا بعوض نقد۔ اس صورت مین نقد تو قطعی ثمن ہے۔ اب مبیع جس کو
کہا جاتا ہے وہ کاغذ ہے۔ اگر مبیع کاغذ مخصوصہ ہے۔ پس بوقت گم ہو جانے
اور ہلاک ہو جانے مخصوص کاغذ کے ہرگز بائع کو مشتری سے اوس کا مثل
طلب کرنا نہین چاہیئے۔ اور نہ مشتری پر اوس کا مثل دینا واجب ہے
اور ما نحن فیہ مین بائع مشتری سے اوس کا مثل طلب کرتا ہے اور مشتری
دفع المثل پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اور اگر مبیع قرطاس مطلق ہے عام اس سے کہ
یہ کاغذ ہو۔ یا اوس کا مثل پس ظاہر ہے کہ یہ بیع المثل المطلق بالنقد ہے
اور یہ جائز نہین۔ ورنہ لازم آئیگا کہ مبیع غیر متعین ہو۔ ثابت علی الذمہ ہو۔
پس مبیع ثمن ہو گیا۔ اسلئے کوئی صورت سوائے اس کے نکل نہین سکتی کہ
بیع متنازعہ بیع النقد بالنقد مین داخل کیجائے۔ پھر بیع النقد بالنقد کے
متعین ہونے پر یا بیع الجنس بالجنس ہو گی۔ اور غیر متعین کبیع الدراہم
بالدراہم۔ یا بیع الجنس بغیر الجنس ہو گی کبیع الدراہم بالدنانیر۔
اور یہ دونون صورتین ناجائز ہین لوجوب التقابض الذی ہو شرط فی کلیہما
پس بیع و شراء نوٹ کے نقدین کے ساتھ غیر جائز ٹھیری۔ اور اگر بنک
والے کو دراہم دئیے تھے۔ اور لیتے وقت بھی اوس سے دراہم لئے پس اگر
دراہم امانت تھے تو بعینہ اونھین خاص دراہم کا جو بنک والے کو دئے

رد واجب ہے۔ حالانکہ دینے والے کے دراہم مخلوط بالغیر ہوجاتے ہین پھر بعینہٖ اون دراہم کا رد کیسے ممکن ہے۔ یہانتک کہ اون دراہم سے سونا تیز خریدی جاوین۔ اور اگروہ دراہم بنک والے کو قرض دئیے تھے تو چونکہ یہ قرض مشروط بالزیادۃ ہے اسلئے حرام ہے۔ اور اوسکے اوپر جو کچھ لیا جاویگا وہ بھی حرام ہے۔ اور بوجہ قرض محرم کے حاصل ہوگا۔ پس عاقدین مباشر بیع حرام کے ہونگے۔ اور یہ بھی جائز نہین۔

مولوی صاحب نے دوسری صورت جو جواز سود کے تحریر کی اوس مین یہہ خدشہ ہے کہ گفتگو بیع مین تھے جس مین وجوب رد پایا جاتا ہے۔ نہ تبرع مین۔ اور صورت تبرع مین وجوب رد متحقق نہین۔ اور تبرع اور احسان کرنے کی ربوہی مین کیا خصوصیت ہے بغیر ربو کے کوئی احسان کرنے کو منع کرتا ہے۔

تنبیہ

اس تقریر سے یہ امر روشن ہوگیا کہ نوٹ کی بیع وشرا خواہ کمی زیادتی کے ساتھ ہو خواہ برابر مین کسی طرح درست نہین۔ اور نوٹ جو حکام کی طرف سے دیا جاتا ہے وہ محض ایک وثیقہ ہے۔ اور نوٹ لینے والے نے گویا حاکم کو روپیہ قرض دئیے ہین اور حاکم نے اوس قرض کے یادداشت مین روپیہ دینے والے کو ایک وثیقہ لکھدیا ہے اسی واسطے اگر نوٹ گم ہوجاوے یا ضائع ہوجاوے اور اوس کے نمبر بتلادئیے جاوین تو دوسرا نوٹ یا اوتنی رقم واپس دیدی جاتی ہے۔ البتہ اس وثیقہ مین اتنی وسعت حاکم کی طرف سے رکھی گئی ہے کہ حاکم کی عملداری مین جہان وہ وثیقہ دکھلایا جاویگا۔ اوسے اوتنی ہی رقم مل جاویگی اب جو معاملہ نوٹ کا کیا جاتا ہے یہ بطور بیع کے نہین ہے بلکہ بطور قرض کے ہے اگر اس معاملہ کو بیع کہا جاویگا تو چونکہ بیع مین تقابض شرط ہے۔ اور یہان

تقابض پایا نہین جاتا۔ اسلئے اسکو ہرگز بیع نہین کہا جاسکتا۔ پس
بیع وشراء نوٹ کی خواہ بطور مساوات کے ہو یا کمی زیادتی کے ساتھ ہو۔ دونون
ناجائز ہین۔ البتہ بطور وثیقہ کے برابر مین لینا درست ہے۔ اور یہ معاملہ
قرض مین داخل ہوگا۔ نہ بیع مین۔

انکشاف

فتویٰ ہذا کی تحریر کے وقت بعض حضرات کی ایک تحریر نظر سے گذری جسمین
اُنھون نے صاف الفاظ مین نوٹ کو مال قرار دیکر اوسکی بیع وشرا کو جائز
کہدیا ہے اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نوٹ کے مزید تحقیق کرکے اوسکا
انکشاف کردیا جائے۔

نوٹ کیا ہے اور کیا اوسکی حقیقت ہے۔ نوٹ کاغذ کا ایک پرچہ ہے
جو حکومت کی طرف سے قائم مقام سکہ کے رائج ہوتا ہے۔ اور اوسمین مالیت
صرف پرچہ کاغذ ہونے کے اعتبار سے ہے۔ نہ اسوجہ سے کہ یہ نوٹ سو کا۔ اور
یہ نوٹ دو سو کا۔ اور نوٹ مین ثمنیہ ذاتیہ نہین۔ البتہ اس مین ثمنیۃ اس
اعتبار سے آجاتی ہے کہ یہ بجائے ثمن کے استعمال کیا جاتا ہے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ مال مشتق ہے میلان سے اسلئے مال اوس چیز کو
کہا جاویگا جسکی طرف طبائع کا میلان ہو۔ اور ضرورت اور حاجت کے غرض اوسکا
ذخیرہ ہوسکے۔ چنانچہ فقہاء علیہم الرحمۃ نے باین الفاظ مال کی تعریف کی ہے۔
ما یمیل الیہ الطبع ویمکن ادخارہ لوقت الحاجۃ۔ اب غور طلب یہ امر ہے کہ
یہ تعریف مال کی نوٹ پر صادق آتی ہے یا نہین۔ گو کہ ظاہراً الفاظ سے
ہو دھوکہ کہ اوسکو مال کہدیا جاوے۔ جیسا کہ بعض ظاہر بین علما کو وہم ہوا ہے۔
لیکن دقیق نظر اس طرف رہبری کرتی ہے کہ نوٹ اس اعتبار سے کہ وہ
قائم مقام سکہ کے ہے ہرگز مال نہین۔ نہ مال کی تعریف اوسپر صادق آتی ہے۔

اور نہ احکام اوسکے اوسپر مترتب ہین۔ اسلئے کہ اوسکے طرف میلان طبعی نہین اور نہ اوسکا ذخیرہ کیا جاتا ہے۔ یعنی نوٹ اسمین دو حیثیات ہین۔ ایک نفس کاغذ ہونے کا اعتبار دوسرا یہ اعتبار کہ اوسکو سکہ کا قائم مقام کر کے نقدین کا اوس سے کام لیا جاتا ہے۔ اول اعتبار سے وہ مال ہے۔ اوسکی تجارت ہوتی ہے۔ جس طرح اور اموال ہین دوسرا اعتبار سے صرف اوسکا قائم مقام نقدین کے ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر فرض کیا جاوے کہ تعریف مذکورہ نوٹ پر صادق آتی ہے تو اس تعریف کے صادق آجانے سے نوٹ مال نہین ہوجاویگا۔ کیونکہ تعریف مذکورہ تمسک پر بھی صادق آتی ہے۔ باوجودیکہ تمسک مال نہین سِتر اوسمین یہ ہے کہ یہ تعریف عام ہے۔ اور صدق عام مستلزم نہین ہوتا واسطے صدق اخص کے۔ پس اگر تعریف مذکورہ نوٹ پر صادق بھی آئے تو اس کا صدق مستلزم نہین ہوگا مال کے صدق لذاتہ کو۔ ہم مجوزین سے یہ پوچھتے ہین کہ تمسک اور وثیقہ مال ہے یا نہین۔ اگر وہ یہ کہین کہ مال نہین تو ہمارا دعوے ثابت ہوجائیگا اور اون سے یہ پوچھا جاویگا کہ پھر نوٹ اور تمسک مین وہ کونسا فرق ہے جسکی وجہ سے نوٹ کو مال کہا جاوے۔ اور تمسک کو نہ کہا جاوے سوائے اس کے کہ دونون ایک ہین۔ اور تمسک ایک خاص دوکان کا یا ایک خاص شخص کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور نوٹ حکومت کی طرف سے اور حکومت نے وسعت دیدی ہے۔ کہ ہر کہین سے اوسکی رقم لیلی جاوے۔ اور اگر وہ یہ کہین کہ تمسک مال ہے تو یہ بداہت کا انکار ہے۔ کیا کوئی عاقل ہزار روپیہ کی تمسک کو یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ ہزار روپیہ کا مال ہے۔ بالخصوص اوس صورت مین جبکہ تمسک کی رقم دوکان پر جمع ہوجاوے۔

علاوہ برین اگر نوٹ مال ہوتا تو اس مین خصوصیت ملک دون ملک کے نہوتی مثلاً ایک ہزار کا نوٹ اگر دوسرے ملکون مین لیجایا جاوے۔ باستثناء اون ملکون کے جن سے معاہدہ ہے تو اگر ہزار روپیہ اوس کی قیمت کے نہ لگین تو

اوس سے کم پانچ سو دوسو پچاس پچیس تو لگنا چاہیئے۔ لیکن برخلاف اس کے اگر کوئی خریدیگا بھی تو صرف پرچۂ کاغذ ہونیکی اعتبار سے یا جسکو اس ملک مین آنا ہو۔ نوٹ اسلئے بھی مال نہین کہ جو شان مال کی ہے۔ وہ اسمین پائی نہین جاتی کیونکہ ہر نوٹ ایک معین رقم کا ہوتا ہے۔ اس رقم مین کمی زیادتی نہین بخلاف مال کے کہ اوسمین کمی زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ اور بوقت بیع و شرا جس مال کو لینا منظور ہوتا ہے۔ بائع اوسکی قیمت زائد کہتا ہے مشتری کم لگاتا ہے یہانتک کہ مراضات ایک خاص قیمت پر ہو جاتی ہے۔ اور بیع تکمیل پا جاتی ہے۔ اور یہ بات نوٹ مین نہین۔ مثلاً بازار مین ہم نے عـہ کی کوئی چیز خریدی۔ اور اوس کے قیمت مین ہم نے عـہ کا نوٹ دیا تو وہ بلا تأمل لے لیگا۔ یہ نہ کہیگا کہ اسکی کیا قیمت ہے اور مین اسے اس قیمت پر لونگا۔

نوٹ پر جو عبارت ثبت ہوتے ہین وہ اسپر شاہد عدل ہے۔ کہ نوٹ مین فی نفسہ کوئی مالیت نہین۔ سوائے اس کے کہ ایک خاص رقم کی بجائے ایک یادداشتی پرچہ ہے جو حکومت کی طرف سے قائم مقام نقدین کے ہے۔ اور اوسپر یہ تحریر ہوتا ہے۔ وعدہ کیا جاتا ہے کہ رقم محررہ حامل ہذا کو ہر سرکاری آفس سے مل سکتی ہے۔

دیکھیے اگر اس پرچہ کاغذ مین کوئی مالیت فی نفسہ ہوتے تو گورنمنٹ کو اس وعدہ کی کیا ضرورت تھی۔ اور تعیین رقم کرکے ہر آفس سے اسکے ملنے کا اطمینان دلانیکے کیا معنی۔ بلکہ اس پرچۂ کاغذ کو اوٹھا کر جہان چاہتے بیچ ڈالتے۔ برخلاف اس کے ایسا نہین کرتے بلکہ جو رقم گورنمنٹ نے تحریر کردی ہے اوسی رقم مین وہ دیا جاتا ہے۔

بڑی دلیل اس امر کی کہ نوٹ مال نہین ہے بلکہ قائم مقام نقدین کے ہے یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس اتنی رقم کی نوٹ ہون کہ جس کے نصاب پر زکوٰۃ آتی ہو تو اوس کے بارہ مین کوئی فرد بشر یہ کہہ سکتا ہے کہ اوسپر زکوٰۃ

نہین۔ ہرگز نہین۔ ضرور اوسپر زکوٰۃ آئیگی عام اس سے کہ اوسمین نیت تجارت کی ہو یا نہو۔ اور یہی وہ وجہ ہے جسکی وجہ سے اوسکو فلوس سے امتیاز ہے۔ یعنی فلوس مین فی نفسہٖ ثمنیت نہین۔ البتہ اصطلاح مین اوسکو ثمن قرار دے لیا ہے۔ تو عرفًا وہ ثمن ہو گیا۔ اور فی نفسہٖ ثمنیت نہونے کی وجہ سے اوسمین زکوٰۃ بھی نہین جبتک نیت تجارت کی نہو۔ اور نوٹ مین ہر حال مین زکوٰۃ آوے گی۔

نوٹ کی مثال بعینہ ایسی مثال ہے کہ ایک سیٹھ کی دوکان کی بہت سی شاخین بمبئی کلکتہ آگرہ دہلی وغیرہ وغیرہ مختلف شہرون مین ہون۔ اور اوس دکان پر رقم داخل کرکے یا بمقابلہ اوس رقم کے جو سیٹھ کی ذمہ چاہیئے۔ ایک چٹھی سیٹھ دیدی کہ حامل ہٰذا کو اسقدر رقم دیدی جاوے۔ چنانچہ وہ شخص چٹھی لیکر دکان کی جس شاخ پر جاویگا تو اوسکو رقم مندرجہ مل جاویگی۔ اور دوکان والون کو رقم دینے مین کوئی عذر نہوگا۔

علیٰ ہٰذا نوٹ سلطنت کی طرف سے ایک درشنی ہنڈی ہے کہ جب اوسکو دکھایا جاتا ہے رقم محررہ مل جاتی ہے۔ پس اگر سیٹھ کی دوکانین کم ہونگی تو تھوڑے مقامات سے۔ اور اگر زیادہ ہونگی تو زیادہ مقامات سے۔ یا جہان جہان اوس سیٹھ کا معاہدہ ہوگا۔ وہ رقم مل جاویگی۔ لیکن اگر اس اثنا مین جبکہ زید کو ایک دو سو روپیہ کی چٹھی ملی۔ اور زید کہین راستہ مین ہے۔ اور ان مقامات پر جہان سیٹھ کی دوکانین ہین پہنچ نہین سکتا۔ اور اوسنے عمرو سے کہا کہ فلان دکان کی چٹھی میرے پاس ہے تم مجھے سو روپیہ دیدو۔ اور چٹھی لیلو۔ ذریعہ اس چٹھی کے رقم وصول کر لینا اور عمرو نے سو روپیہ دیدئے۔ تو اب عمرو ذریعہ اس چٹھی کے اصل دوکان سے یا اوس کی کسی شاخ سے اوسی قدر رقم جسقدر اوسنے زید کو دیدی ہے وصول کر سکتا ہے۔ یہی حال نوٹ کا ہے جو حکومت کی طرف سے بمقابلہ رقم دیا جاتا ہے۔ اور درمیان مین زید عمرو کو عمرو بکر کو۔ بکر خالد کو دیتا رہتا ہے اور اسی طرح حوالجات غیر متناہیہ ہوتی رہتی ہین۔ لیکن سلطنت نے جو

فائدہ کو مدّ نظر رکھتے ہوُے اس دقت کو برداشت نہین کیا کہ نوٹ دیتے وقت
نوٹ لینے والے کا نام درج کرنے۔ یا جس کے پاس نوٹ جائے اوسپر نام تحریر
کیا جائے۔ کیونکہ اسس قسم کی پابندی مین بڑا حرج رعایا کا تھا۔ اونکو تو
نوٹ سے مثل دراہم کے رائج ہوُگیا اور آرام طلبی کی وجہ سے دراہم سے زیائد
اسس کا چلن ہونے لگا۔ اور اسی لیئے نوٹ دیتے وقت کسی کے دل مین یہ خطرہ
گذرتا کہ ہم رقسم دیکر نوٹ لے رہے ہین۔ اسس کی رقم کہان سے ملیگی۔
یھی کہاتہ مین اندراج کی ضرورت سمجھی جاتی ہے۔

یہی وہ وجوہات ہین جنکی وجہ سے بعض حضرات کو دھوکہ ہوگیا اور کہنے لگے کہ
نوٹ ثمن اصطلاحی ہے۔ اور اسی لئے اوسمین ارث وصیت ادائے دین جاری ہے
اور یہ فی نفسہٖ مال ہے بیچا جاتا ہے۔ خریدا جاتا ہے۔ ہبہ کیا جاتا ہے۔ وراثت
مین آتا ہے۔ اہ

درحقیقت یہ خیال اونکا خیال خام ہے کیونکہ نوٹ مین جو کچھ مالیت ہے وہ کاغذ
ہونے کے اعتبار سے ہے۔ اور کاغذ اوسمین ایک پیسہ کا بھی نہین۔ ہزار کا کیسے
ہو جائیگا۔ ہزار جو اوس کے مل جاتے ہین تو صرف اسس اعتبار سے کہ وہ سرکاری
چھٹی ہے اور سرکار نے اطمینان دلادیا ہے کہ ہر آفس سے بذریعہ اوسکی
رقسم وصول کرلیجائے۔ اور یہ اطمینان ہر شخص کو حاصل ہے اسلئے کوئی
شخص اوسکے لینے مین تامّل نہین کرتا۔ اور یہ قائم مقام نقدین کے ہے۔ اور اسی
وجہ سے اوسمین وصیت ارث وغیرہ احکام جاری ہین۔

ایک اسس بات نے بھی ان حضرات کو دھوکہ مین ڈال رکھا ہے کہ نوٹ کاغذ کا ایک
ٹکڑا ہے۔ اور ایک ٹکڑا کاغذ کا ایک ہزار کو فروخت ہوسکتا ہے۔ اور استدلال روایت
فتح القدیر سے کیا۔ قال فی الفتح لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ۔ اور اسس مسئلہ
فقہیہ سے تائید کی کہ کسی شے حقیر مین وصف مرغوب لگنے سے اوسکی قیمت
ہزاروں کی ہو جاتی ہے۔ الخ